

## درویش

درویش سے گذشتہ دنوں کافی ملاقاتیں رہیں۔ کئی کئی گھنٹوں پر محیط۔ پوچھا کہ جناب یہ ”مشاهدہ حق“ کیا ہے۔ آم کی قاش چوتے ہوئے رک گئے۔ ڈاکٹر یہ کیا سوال ہے؟ اس کا جواب تو ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے۔ بتاؤ قرآن حکیم پڑھا ہوا ہے۔ طالب علم کا جواب تھا کہ بالکل۔ بچپن میں ناظرہ پڑھا تھا۔ اب بھی کبھی کبھی ترجمہ کے ساتھ استفادہ کرتا ہوں۔ درویش انہاک سے آم کھارہتا تھا۔ جیسے اسے کسی فتیم کی گفتگو کا علم ہی نہیں ہے۔ عرض کی حضور، آپ بات تو کر ہی نہیں رہے۔ درویش نے اہتمام سے کہا کہ قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کرو۔ ممکن ہے جواب مل جائے۔ تذبذب دیکھ کر درویش نے آم کھانا چھوڑ دیا۔ ڈاکٹر، کشف الحجوب پڑھو اور فوری پڑھو۔ داتا گنج بخش جیسے ولی نے روحانی معاملات کو حد درجہ آسان طریقے سے لوگوں کی سہولت کے لئے قلم بند کیا ہے۔ کشف الحجوب تو حد درجہ مشکل تحریر ہے۔ سمجھ بھی نہیں آتی۔ اب کیا کروں۔ درویش خاموش ہو گیا۔ پوچھا، کیسے پڑھتے ہو۔ عجیب سا سوال تھا۔ آنکھوں سے بلکہ نظر کی عینک لگا کر۔ ڈاکٹر، اس طرح کے مفہومات آنکھ سے نہیں، دل سے پڑھے جاتے ہیں۔ نظر تو صرف ایک ذریعہ ہے۔ درویش کا جواب متاثر کن تھا۔ ڈاکٹر، علم خدا سے ودیعت ہوتا ہے۔ مگر لوگ اکثر بھول جاتے ہیں کہ یہ ممکن صرف اور صرف خدا کے اذن سے ہی ہے۔ سب سے پہلے خدا سے توفیق مانگنی چاہیے۔ کہ باری تعالیٰ، تیری الہامی کتاب پڑھنا چاہتا ہوں۔ اجازت دے۔ وسعت دے اور سمجھنے کی قوت اور بینائی بھی عطا فرم۔ وضو کر کے رب کریم سے منت کرنی چاہیے کہ جود عالم انگ رہا ہوں، اس کو قبول فرم۔ درویش کے بقول اکثر لوگ غلطی یہ کرتے ہیں، کہ خدا کی اجازت اور رحمت کے بغیر، اپنے بل بوتے پر کلام الہی کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ یہی معاملہ صوفیا، ولیوں کی تصنیف شدہ مفہومات کا ہے۔ ان کو بھی سنجدگی سے پڑھنا چاہیے۔ پورے ادب سے مطالعہ ہونا چاہیے۔ جہاں کوئی مشکل آجائے، کوئی امر سمجھنا آئے، تو فوراً خدا کی بارگاہ میں جھک جانا چاہیے۔ کہ مولا، قلب کو روشنی دے تاکہ بات سمجھو میں آ جائے۔ ہر لفظ دلیل سے نہیں، عشق کی عینک سے پڑھو گے تو معاملہ کچھ آگے بڑھے گا۔ درویش کی بات سن کر مجھے اچھا سا ہوا۔ یعنی اتنی محنت کے باوجود معاملہ صرف آگے بڑھے گا۔ پوری سمجھ کب آئے گی؟۔ درویش نے ہنسنا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر! یہ خدا کا علم ہے۔ قرآن اسی کے حروف ہیں۔ اکثریت انسانی فہم سے اوپر ہیں۔ ہاں، آسان راستہ عمل کا ہے۔ قرآن اور آقا کے احکامات کے تابع ہو جاؤ۔ فہم اور علم کے دروازے خود بخود کھل جائیں گے۔ ورنہ ساری زندگی ٹاک ٹویاں مارتے رہو گے۔

ہفتہ دس دن پہلے لاہور میں شدید بارش ہوئی۔ ہمارے ایک باہمی دوست جو نسٹریکشن کا کام کرتے ہیں۔ ملاز میں کی ناہلی سے انہیں حد درجہ نقصان ہوا۔ خیز، میری موجودگی میں درویش کے پاس آیا۔ دوست آبدیدہ ہو گیا۔ کہنے لگا کہ کروڑوں روپے کا نقصان ہو گیا ہے۔ درویش نے بڑی تشغیل سے کہا۔ کہ مال دیا کس نے تھا۔ جواب تھا میں نے اپنی محنت سے کمایا تھا۔ درویش نے حد درجہ محبت سے کہا کہ یہ خدا کا فیصلہ تھا کہ آپ کو اپنے بے کراں خزانے سے چند سکے عطا کر دے۔ اس میں آپ کا کمال حد درجہ ثانوی ہے۔ کہا ان اللہ و ان الیه راجعون پڑھ لیا کرو۔ اور دوبارہ اپنی عمارت پر محنت شروع کر دو۔ خدا نے چاہا تو ہر چیز ٹھیک ہو جائے گی۔ درویش نے سارا سارا دن، باہمی دوست کی تباہ شدہ عمارت پر گزارنا شروع کر دیا۔ مزدوروں کے لئے ٹھنڈے پانی کا انتظام کر دیا۔ جو لوگ عمارت گرار ہے تھے ان کو کچھ لیسی اور لیموں پانی بنا کر پلاٹا شروع کر دیا۔ ان حرکات سے مزدوروں میں کرنٹ سا پیدا ہو گیا۔ انہوں نے دو گناہ کام کرنا شروع کر دیا۔ کہنے لگا کہ پیروالے دن، تمام لوگوں کو حد درجہ سادہ لٹکر دینا ہے۔ پیروالے دن کی نسبت صوفیا کے نزدیک آقا کی ولادت سے ہے۔ درویش پلاسٹک کی کرسی پر سارا دن بیٹھتا تھا۔ کام کرنے والے لوگوں سے گپ شپ لگاتا تھا۔ ایک دن، ایک نوجوان مزدور کا پاؤں زخمی ہو گیا۔ درویش میڈیکل سٹور سے دوائی لایا۔ اپنے ہاتھ سے زخم صاف کیا اور بہترین مرہم پٹی کی۔ بتاتا چلوں کہ درویش، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل ڈاکٹر ہے۔ حد درجہ کامیاب آئی سرجن ہے۔ مگر آپریشن کے کبھی بھی میں نہیں لیتا۔ دس بارہ ہزار میں گزارا کرتا ہے۔ یہ کیا راز ہے، چالیس سالہ رفاقت کے باوجود مجھے سمجھ نہیں آیا۔ بہر حال، بات نقصان کی ہو رہی تھی۔ درویش کی موجودگی نے اس جگہ کی کاپلٹ ڈالی۔ آرکیلکٹ کے معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ نقصان، ابتدائی اندازے سے قدرے کم تھا۔ درویش کا یہ روپ پہلے نہیں دیکھا تھا۔ دو دن پہلے ہمت کر کے سوال کیا کہ جناب یہ سارا معاملہ کیا ہے۔ سن کر جواب دیا۔ ”سنگ“ کا مطلب پتہ ہے۔ بالکل، اس کا مطلب ہے ”ساتھ دینا“۔ بس یہی کنجی ہے ہر معاملہ کی۔ اگر میں اپنے سگنگی کی تکلیف میں کھڑا نہیں ہوں گا اور وہ بھی اذن الہی سے۔ تو پھر کون کھڑا ہو گا۔ سنگ ہی اصل چیز ہے۔ فرض کرو کہ اگر خدا کے ساتھ سنگت ہو جائے تو معاملہ کتنا بہتر ہو جائے گا۔ یہی حکم ربی ہے کہ اس کے حکم سے لوگوں کے مشکل معاملات میں مدد کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔

درویش نے اپنی انداز کو ختم کر ڈالا ہے۔ بسوں میں سفر کرتا ہے۔ موڑ سائکل کو شاہی سواری کہتا ہے۔ رکشے میں سوار ہو کر ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔ کئی بار عرض کی کہ حضور، میں گاڑی بھیج دیتا ہوں۔ جواب ہوتا ہے کہ میں نے عام مخلوق خدا کی طرح ہی رہنا ہے۔ درویش کی داتا گنج بخش سے حد درجہ نسبت ہے۔ ان کے عرس پر وہ بھیت ڈاکٹر، میڈیکل یکمپ لگاتا ہے۔ زائرین کو مفت طبی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو ایمبوالینس میں ہسپتال چھوڑ کر آتا ہے۔ ہمیں کہتا ہے کہ جناب علی ہجویریؒ کا مرتبہ ولیوں میں حد درجہ بلند ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے متعلق بھی ایک دن حد درجہ غیر معمولی باتیں کیں۔ کہنے لگا کہ اللہ کی مرضی ہے کہ سالک کو مشاہدہ کے لئے کتنی قلبی بینائی عطا کرتا ہے۔ لوگ بحث میں پڑھ کر خدا کی ذات دنیا اور کائنات کے وجود اور اس کی شہادت پر بحث کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ عطا ہے۔ کسی کو ہر نگ میں خدا نظر آئے گا۔ اور کسی کو دوری محسوس ہو گی۔ درویش بڑی گہری باتیں بڑے سادہ طریقے سے بیان کر دیتا ہے۔ لگتا ہے کہ کچھ کہا ہی نہیں۔ لیکن ہر تہہ دار رمز بیان ہو جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کا گمان ہوتا ہے کہ فنا کی راہ پر چلنے والے لوگ، جسم پر بھروسہ ملے لمبے لمبے بال اور گندے کپڑے پہنے مزاروں پر گھوم رہے ہوں گے۔ سلفی کے دور چل رہے ہوں گے۔ رقص اور دھماں کا دور دورہ ہو گا۔ مگر درویش تو کہتا ہے کہ دنیا میں شدید محنت جائز رزق کی تلاش، تعلیم حاصل کرنا، یعنی تمام دنیاوی کام کرنا عین عبادت ہیں۔ شرط صرف ایک ہے کہ ان تمام کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے۔ ان تمام میں خدا کی انسیت مانگی جائے۔ درویش بذات خود حد درجہ صاف سترے کپڑے پہنتا ہے۔ دنیاداری کے تمام کام خدا کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ عبادت الہی میں گم رہتا ہے۔ شائد آج میں کچھ زیادہ لکھ گیا ہوں۔ شائد ابھی سلوک کی منزل یا سفر یا قافلے کا کوئی ادراک ہی نہیں!